سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۸۹

پس منظرِ کربلا

(دوسرا ایڈیشن)

تحریر

سرکار علامہ الحاج سید سبط الحسن فاضل ہنسوی صاحب قبلہ مدظلہ

علی گڑھ (انڈیا)

قیمت ۲۲ پیسہ

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کے انمول شاہکار "پس منظر کربلا" کا دوسرا ایڈیشن آپ کے پیشِ نظر ہے۔

فاضل مؤلف سرکار علامہ سید سبط الحسن فاضل ہنسوی کی ذات گرامی شیعی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف اور ملتِ جعفریہ کے ذمہ دار اہلِ قلم ہیں۔ کارکنان امامیہ مشن پاکستان مولانا ممدوح کے سپاس گزار ہیں کہ انہوں نے از راہِ لطف و کرم اپنا زیر مقالہ بغرض اشاعت مرحمت فرمایا ہے۔ اُمید کہ آپ آئندہ بھی اپنی قلمی معاونت سے ہمیں ممنون فرماتے رہیں گے۔

اس کتابچہ میں آپ نے مشہور مصری محقق علامہ مائلی حنفی کی زبانی "قتل الحسین یوم سقیفہ" کی فاضلانہ توضیح فرمائی ہے۔ اختصار کے باوجود نہایت وقیع پیش کش ہے افرادِ ملت کی خدمت میں التدعا ہے کہ اس مفید کتابچہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر اپنے حلقۂ اثر میں مفت تقسیم کریں اور ہر پڑھے لکھے شیعہ کو مشن کا ممبر بنانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں تاکہ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے پاکیزہ دین کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو سکے۔

اس کتابچہ کو غیر شیعہ حضرات ملاحظہ نہ فرمائیں ممکن ہے کہ بعض باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہوں

پہلا ایڈیشن جولائی سنہ ۱۹۷۰ء
دوسرا ایڈیشن جنوری سنہ ۱۹۶۱ء

جنرل سیکرٹری
امامیہ مشن پاکستان لاہور ۲

پس منظرِ کربلا

علامہ علائی حنفی مصری کی زبانی

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے فرزند حسینؑ کی شہادت کی پیش گوئی مختلف موقعوں پر فرمائی ہے یہ پیش گوئیاں صرف اپنے اہل بیتؑ ہی کو مطلع کرنے کے لیئے نہیں کی گئیں بلکہ آنحضرتؐ نے عام مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لیے اصحاب و انصار کے مجمع میں بھی حسینؑ کی ہونے والی شہادت کا بار بار اعلان فرمایا اس قسم کی احادیث پیغمبرؐ جو اخبار شہادت پر مشتمل ہیں ان کو شہرت و تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

اما اخبار النبی صلعم بھذہ الوقعۃ الھائلۃ من جہت الوحی بواسطۃ جبرئیل وغیرہ من الملائکۃ فمشہور متواتر
(سر الشہادتین صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصطفائی ۱۲۵۷ھ)

شہادت امام حسینؑ کے متعلق ایسے اخبار و احادیث پیغمبرؐ جو یہ دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو جبرائیل یا کسی دوسرے فرشتے کے ذریعہ بطور اعلام پیشین گوئی کے مطلع کیا گیا ہے بہت مشہور اور حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں

قبل وقوع واقعہ امام حسینؑ کی شہادت کی شہرت اس قدر کیوں تھی؟ اس کے متعلق محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

لما كان مبنى امرها على الشهرة
والاعلان انزله اولا فى الوحى
على لسان جبرئيل وغيره
من الملائكة ثم تعيين المكان
وتسمية وتعين الزمان۔
(سر الشهادتين شاه عبد العزيز
(صفحہ ۵، ۶)

چونکہ امام حسینؑ کی شہادت اعلان
وشہرت کے اوپر مبنی تھی۔ اس لیے
خداوندِ عالم نے سب سے پہلے
جبرئیلؑ اور دوسرے ملائکہ مقرب
کے ذریعے رسول اللہ کو بذریعہ وحی
مطلع کیا۔ یہاں تک کہ مقام شہادت
زمانہ شہادت کو بھی بتلا دیا اور پھر
رسول اللہ نے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا"

اس سلسلہ میں بکثرت اخبار و احادیث کتب معتبرہ فریقین میں موجود ہیں میں صرف ایک حدیث کو نقل کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ شہادت امام حسینؑ کی پیشین گوئی کو سننے کے بعد عموماً مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضورِ ختمی مرتبت سفر میں تشریف لے گئے تھے جب سفر سے واپس تشریف لائے تو معمول کے مطابق سب سے پہلے اپنے پارۂ جگر فاطمہؑ کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے مہاجرین وانصار اور جملہ اہل مدینہ زیارتِ پیغمبرؐ کے لیے مسجد میں مجتمع ہو گئے تھے حالت یہ تھی کہ مجمع کی مشتاق نگاہیں شوقِ دید میں جناب سیدہؑ کے درِ دولت کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دفعتہً رسول اللہؐ اپنے پیارے نواسوں حسنؑ وحسینؑ کو گود میں لئے ہوئے برآمد ہوئے

فصعد المنبر فخطب ووعظ

اور منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ وخطبہ

والحسین بین یدیه مع الحسن فلما فرغ من خطبته وضع یده الیمنی علی راس الحسین ورفع راسه الی السماء فقال اللهم انی محمد عبدک و نبیک وهذان اطائب عترتی وخیار ذریتی وارومتی ومن اخلفهما فی امتی اللهم وقد اخبرنی جبرئیل بان ولدی هذا مقتول مخذول اللهم فبارک لی فی قتله واجعله من سادات الشهداء انک علی کل شیءٍ قدیر۔ اللهم ولا تبارک فی قاتله و خاذله قال فضج الناس فی المسجد بالبکاء فقال النبی اتبکون ولا تنصرونه اللهم فکن له انت ولیا و ناصرا

مقتل الحسینؑ لالی

ارشاد فرمانے لگے اس حالت میں کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کی گود میں تھے بعد ختم خطبہ حضرتؐ نے دست راست کو حسینؑ کے سر پر رکھا اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند فرما کر یہ ارشاد فرمایا۔ خداوندا میں تیرا بندہ اور پیغمبر محمدؐ ہوں۔ اور یہ دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ میری پاکیزہ ترین اور بہترین ذریت و عترت ہیں جن کو میں اپنی امت میں اپنا خلیفہ چھوڑ رہا ہوں۔ خداوندا جبرئیل نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ فرزند حسینؑ بظلم و ستم قتل کیا جائے گا خداوندا شہادت حسینؑ کی وجہ سے مجھ کو (میری نسل میں) برکت عطا فرما اور میرے حسینؑ کو تمام شہیدوں کا سردار بنا لے کیونکہ تو ہر شے پر قادر ہے خداوندا تو اس کے قاتل و دشمن کو برکت نہ دے۔ یہ سننا تھا کہ مسجد میں لوگوں کی گریہ زاری کی وجہ سے ایک چیخ

بلند ہوئی یہ دیکھ کر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا (آج) تو تم لوگ روتے ہو لیکن (کل) میرے حسینؑ کی مدد نہ کروگے خدا وندا تو ہی میرے حسینؑ کا والی و مددگار ہے "!

المؤید للموفق بن احمد المکی الحنفی الخوارزمی الجز الاول والفصل الثامن
صفحہ ۱۶۴ ۔ طبع عراق

اس خبر سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں :۔

۱۔ خلافتِ رسولؐ اہل بیتؑ رسولؐ کے لیے مخصوص تھی۔
۲۔ شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے (نسلِ) رسولؐ کو برکت حاصل ہوئی
۳۔ امام حسینؑ سیّد الشہدا ہیں
۴۔ قاتلان ودشمنانِ حسینؑ مبغوض خدا اور رسولؐ اور قابل نفرت ہیں
۵۔ شہادت ومصائب حسینؑ سن کر رونا سنت ہے
۶۔ شہادت حسینؑ کے ذمہ دار صرف وہی نہیں جو کربلا میں لڑنے آئے تھے، بلکہ اصحابِ رسولؐ بھی ہیں جنہوں نے اہلِ بیتؑ کی مدد نہیں کی اور جس کی وجہ سے حزبِ مخالف کو طاقت پہنچی۔

ظاہر ہے کہ خبر شہادت کو سن کر صحابہ کرام کا آہ و واویلا اور گریہ و بکا کرنا یہ ان کی محبت کی دلیل ہے جو ان کو رسولؐ اور آلِ رسولؐ سے تھی لیکن اس حالت میں پیغمبرؐ کا ان کو متنبہ کرنا اور یہ ارشاد فرمانا کہ آج تو تم روتے ہو لیکن کل وقت پڑنے پر مدد نہ کروگے ان کے لیے انتہائی پریشانی و اضطراب کا سبب ہوا ہوگا اس وقت ان کا دل یہ کیونکر قبول کرنے کے لئے

آمادہ ہو سکتا تھا کہ وہ حسینؑ کی مدد نہ کریں گے یقیناً وہ اپنے گریہ کو ضبط کرتے ہوئے یہ غور کرنے لگے ہوں گے۔ کیا ہم سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ہم آلِ رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ اے معاذ اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہم نے تو وطن چھوڑا پیغمبرؐ کا ساتھ دیا۔ مہاجر کہلائے۔ ہاں ہم لوگوں نے تو پیغمبرؐ کی مدد کی بیعت سپرد ہوئے اور ایسی نصرت کی کہ انصار کہلائے۔ ہم مہاجرین و انصار سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ کیا ہم کلمہ گو نہیں؟ کیا ہم اجرِ رسالت ادا کرنے میں بخل کریں گے ہم پر تو رسولؐ اور ان کے اہلِ بیت کا احسان ہے یہ ہمارے محسن ہیں ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ کیا اہلِ بیتؑ رسولؐ جو پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے ہم ان کی اطاعت نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی سرتابی کرے اور ان کی اطاعت و نصرت نہ کرے۔ شاید حسینؑ کی شہادت پوشیدہ طور پر ہو جائے اور ہم لوگ آگاہ نہ ہو سکیں لیکن نہیں رسولؐ تو صاف فرماتے ہیں " ولا تنصرونہ" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے علم میں شہید ہوں گے اور مدد کر سکنے کے باوجود ہم حسینؑ کی مدد نہ کریں گے گویا حسینؑ کی شہادت کی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہو گی۔ اے کاش ایسا نہ ہوتا؟

یہ وہ خیالات ہیں جو رسول اللہؐ کی تقریر خبر شہادت کے بعد ہر مہاجر و انصار کے دل میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ در اصل رسول اللہؐ کی حیات میں اسبابِ شہادت کے متعلق اصحاب کچھ نہیں سوچ سکتے تھے اور نہ رسول اللہؐ کے بعد واقع ہونے والے حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتے تھے۔

علاوہ بریں جنابِ رسالت مآبؐ کا عام مسلمانوں کے مجمع میں یہ اعلان کرنا کہ ان

کا فرزند حسینؑ نظلم و ستم قتل کیا جائے گا۔ اس کو مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے سنا ہوگا اور اس خبر کو ایک، دوسرے سے بیان کیا ہوگا اس بنا پر تمام مسلمانوں کو حسینؑ کی ہونے والی شہادت کی اطلاع ہو گئی ہو گی جس کی بنا پر ہر ایک کے دل میں نصرت حسینؑ کا جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے تھا۔ اصحاب رسولؐ میں سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ خبر شہادت سے بے خبر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جناب ابن عباسؓ کیا فرماتے ہیں:۔

اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما کنا نشک واھل البیت متوافرون ان الحسین یقتل بالطف (تحریر الشہادتین شاہ سلامت اللہ حنفی ص۸۹ طبع کانپور)	ہم اصحاب رسولؐ اور اہل بیت پیغمبرؐ سب کے سب حسینؑ کی شہادت کا جو کربلا میں واقع ہونے والی تھی یقین رکھتے تھے کسی کو ذرا بھی اس میں شک نہ تھا اس خبر کو امام حاکم نے اخراج کیا ہے

ہاں بعد شہادت اصل سبب کا معلوم کر لینا دشوار نہیں حالات نے پردے چاک کر دیئے اور حقیقت نگاہوں کے سامنے آگئی۔ عبدالرحمن بن عیسیٰ الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ایک بالغ نظر ہاشمی سے دریافت کیا گیا کہ:۔

قیل الرجل من بنی ھاشم متی قتل الحسین بن علیؑ فقال یوم سقیفہ بنی ساعدہ (کتاب الالفاظ الکتابیہ عبدالرحمن بن عیسیٰ الہمدانی ص۱۴۳ طبع بیروت)	"حسینؑ بن علیؑ کب قتل کئے گئے جواب دیا کہ در اصل حسینؑ سقیفہ بنی ساعدہؓ کے دن شہید ہوئے"۔

اس ہاشمی مفکر کا مقصد یہ تھا کہ حسینؑ کی شہادت کا اصل سبب سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی ہے۔ جس کے نتیجہ میں حسینؑ شہید کیے گئے" اس نتیجہ تک ہر غیر متعصب انسان پہنچ سکتا ہے جو صدر اول کی تاریخ اسلام کا مطالعہ علمی (سائنٹیفک) طریقہ پر تاریخی تحلیل و تجزیہ و استخراج نتائج کے ساتھ کرے۔ چنانچہ اس حیثیت سے اکثر علماء اسلام نے واقعات کربلا کا مطالعہ کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی ایک مشہور و معروف مصری عالم اہل سنت ہیں جنہوں نے واقعۂ کربلا پہ اسی حیثیت سے نظر کی ہے اور اپنی تحقیقات علمیہ و تدقیقات تاریخیہ کو دنیائے فکر و نظر کے سامنے پیش کر دیا ہے ان بزرگ کا نام "الاستاذ العلامہ الشیخ عبد اللہ العلائلی المصری" ہے جو عصر حاضر کے طراز اول کے علماء محققین و مصنفین و مدققین میں سے ہیں اور جن کی تصانیف اسلامی دنیا میں مقبول و مشہور ہیں اس لیے میں اپنے اس مضمون میں خاص کر علامہ علائلی مصری کے افادات و تحقیقات کو پیش کروں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے خلافت و نیابت پیغمبرؐ کے معاملہ میں بڑی سخت غلطی کی وہ نیابت رسولؐ کو ایک دنیاوی حکومت سمجھے حالانکہ خود رسول اللہؐ کی حکومت حکومتِ الٰہیہ تھی۔ اور آپ کے صحیح جانشین بھی حکومت الٰہیہ پر فائز تھے۔ لیکن مسلمانوں کو وفات رسولؐ کے بعد پست ترین نظریہ حکومت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا گیا پیغمبر اسلامؐ سے پہلے عرب میں عشیرہ و قبیلہ کی تقسیم اور پھوٹ تھی، ان کی حکومت بھی اس نظام کے تحت تھی قبائل کی تقسیم اور نظام عشیرگی ان کو کسی نقطۂ اتحاد پر مجتمع نہیں ہونے دیتی تھی وہ مختلف

جرگوں میں تقسیم ہو کر اختلاف کی دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے پیغمبر اسلامؐ نے ان کے تشتت و افتراق اور خود ساختہ امتیازات کو مٹا کر ایک نظام الٰہی کے ماتحت ایک کو دوسرے کا بھائی بنا کر "ملت واحدۃ" کا سبق پڑھایا دوسرے الفاظ میں یوں عرض کریں کہ آنحضرتؐ کی حیثیت ایک دنیاوی بادشاہ کی سی نہ تھی اور نہ آپ کا نصب العین کسی دنیاوی سلطنت کی بنیاد رکھنا تھا۔ بلکہ آپ بغیر کسی نسلی و ملکی و اقتصادی امتیاز کو قائم کیے ہوئے تمام انسانوں کی ایک ایسی برادری قائم کر رہے تھے جس کا ہر ہر فرد انسانیت، و اخلاق کے جوہر سے آراستہ ہو۔ گویا آپ تمام دنیا کو مدینہ فاضلہ کے درجے پر لا رہے تھے جہاں خود ساختہ انسانی دستور نہیں بلکہ الٰہی قانون کا نفاذ کیا جانا ضروری تھا اس کو دنیاوی بادشاہت سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ دنیاوی بادشاہت کا مقصد تو صرف مادی اقتدار بڑھانا اور آس پاس کے ممالک پر فوج کشی کر کے مال و دولت سے خزانوں کو مملو کرنا۔ سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت دینا ہوتا ہے۔ اس بادشاہت کی پوری کامیابی کا معیار صرف سطوت و اقتدار کی زیادتی، توسیع حدود سلطنت اور جاہ و حشمت کی فراوانی پر منحصر ہوتا ہے جہاں حق و ناحق کا سوال نہیں اور نہ عدل و مساوات کی شرط ہے اور نہ اخلاق و ادب کی کوئی مراعات ہے اس کا معیار تفوق صرف جہانگیری و جہانبانی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف الٰہی حکومت وہ ہے جس کا قیام عدل و مساوات کے لیے ہوتا ہے جس میں ضروریات اجتماعی۔ لوازم تمدن۔ انتظامات ملی سب بلندی اخلاق اور صحیح انسانیت کے سایہ میں انجام پاتے ہیں۔ اس کا اصلی مقصد توسیع

حدودِ مملکت نہیں ہوتا۔ بلکہ اصلاح الارض ہے جس کے لیے سب سے پہلے اصلاحِ نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرضیکہ پیغمبر اسلامؐ نے زمانہ جاہلیت کے عشیرگی و جمہوری نظام حکومت کو ختم کر کے حکومت الٰہیہ کو قائم فرمایا چنانچہ اس کا اقرار ہر ایک کو ہے کہ آنحضرت کی حکومت "حکومت الٰہیہ" تھی۔ ملوکیت اشرافیت، اشتراکیت یا جمہوریت نہ تھی۔

علامہ شیخ عبداللہ العلائلی المصری لکھتے ہیں:

نعلم ان النبی جمع السلطنة الزمنية في يديه الى جانب السلطنة الدينية فكان مصدر كافة السلطات محكومة على ما وصل الينا من اخبارها ثيوقراطيه في جوهرها

"ہمیں معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام کے ایک ہاتھ میں حکومت دنیوی کی لگام تھی اور دوسرے ہاتھ میں دینی حکومت کی زمام۔ در اصل آپ ہر حکومت کے سرچشمہ تھے اس بنا پر حضرتؐ کی حکومت بنیادی حیثیت سے ثیوقراطیہ حکومتِ الٰہیہ تھی۔

(تاریخ الحسین نقد و تحلیل علائلی ص ۱۳۵ طبع بیروت)

اسی حکومت الٰہیہ کی وجہ سے پیغمبر کی آمریت سے کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ علائلی لکھتے ہیں:۔

انهم اخذوا حكومة النبي من جانبها الروحي و نظروا اليها من هذه الناحية فقط فلم يجدوا

عربوں نے پیغمبر کی حکومت کو خدا کی جانب سے ایک روحانی حکومت کی حیثیت سے تسلیم کیا تھا۔ اس وجہ سے اس حکومت

فیها ما یحیی عنعنا تهم العصبیة القدیمة وما یهیج فیهم الحماس التقلیدی ان النظر الی النبی کان دینیا محضا علی انه وان مارس السلطة الزمنیة فقد کانت الصبغة الدینیة تغمرها حتی تختفی لوادی الحکم والسیطرة ویکفی ان نعرف ان الاعتقاد حینئذ بان اساس القیاد فی ید النبی قوة دینیة وذخیرة اخرویة"

(تاریخ الحسینؑ نقد و تحلیل صفحہ ۲۰)

الٰہی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے۔ اور عصبیت قدیم جاہلیت کی رگ ان کو متحرک نہیں کر سکتی تھی۔ اور نہ ان کی حمایت تقلیدی ہی ہیجان میں آ سکتی تھی وہ پیغمبرؐ کو ایک دینی اور روحانی آمر و پیشوا کی حیثیت سے دیکھتے تھے جن کا جنبۂ حکومت نبوت و روحانیت میں گم تھا۔ اور پیغمبرؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کو عبادت کو ذخیرۂ آخرت جانتے تھے:"

شیخ علائلی یہ لکھتے ہیں:-

نحن نعرف ان الاعتقاد فی حکومة النبی قائمة علی انها الهیة محضة وان ممارسته لها ضرب من رسالته التشریعیة فلا عجب اذا مالت القبائل الی الرضی والاستسلام ولم تحارب السلطة المطلقة فی شخص النبی

"ہم یہ جانتے ہیں کہ عہد رسالت کے عرب مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ پیغمبرؐ کی حکومت الٰہیہ ہے اور آپ کی حاکمیت و آمریت جزو پیغمبری ہے۔ اس لیے وہ اس حکومت سے راضی و خوشنود تھے اور حضرت کی مخالفت کی جرأت

(موت النبی وضع حداً لهذا الاعتقاد فی الاشخاص (تاریخ المسلمین الاسلامی ص۸۱)

نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن حضرتؐ کی موت کے بعد یہ اعتقاد صرف حضرت کی ذات تک محدود ہوگیا اور انتخاب و شوریٰ سے ہونے والے خلفاء کے لیے یہ بات نہ رہی)

حالانکہ بنص قرآن" اولی الامر و خلیفہ رسول" کی اطاعت بھی مثل اطاعت خدا و رسول ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس طرح اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ویسے ہی اولی الامر کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و واجب قرار دی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانشینان رسولؐ کی حکومت بھی حکومت الٰہیہ ہونی چاہیئے۔ لیکن مسلمانوں نے خدا اور رسولؐ کے حکم سے روگردانی کر کے رسولؐ کی خلافت اور جانشینی کو حکومت الٰہیہ نہ سمجھا اور اپنے انتخاب و اجماع پر اس کو منحصر کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ قہر و غلبہ بھی استحقاق خلافت کے لئے کافی سمجھا جانے لگا۔ حد یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں خلیفہ ساز مہاجر و انصار کی ایک مختصر و ہنگامی جماعت اکٹھی ہوئی تھی وہ لوگ کسی بلند معیار پر خلیفہ کا انتخاب نہیں کر رہے تھے بلکہ اس انتخاب کے موقع پر وہ لوگ زمانہ جاہلیت کے نظام عشیرگی سے زیادہ متاثر تھے ان کا نظریہ اسلامی حکومت کے قیام کا نہ تھا بلکہ وہ اپنے اپنے قبیلہ و عشیرہ کی سیادت و امارت کی فکر میں تھے جس میں انصار کے مقابلے میں مہاجرین کو کامیابی ہوئی۔

اس امر کی طرف علامہ عاملی اشارہ کرتے ہیں۔

ومن ھذہ المقاولات نفھم ان فکرۃ الدولۃ کانت بعیدۃ عن اذھانھم کما نلمس مقدار الاثر القبلی فی الخلاف (تاریخ الحسین ص۔)

"مہاجرین وانصار کی تقریروں سے یہ بات ہمارے ذہن نشین ہوجاتی ہے کہ اصحاب سقیفہ دولت اسلامی کے قیام کی فکر میں نہ تھے یہ چیز ان کے ذہنوں سے دور تھی ہاں زمانہ جاہلیت کے عشیرگی سے وہ ضرور متاثر ہوئے معلوم ہوتے تھے۔"

یہ وہ حقائق ہیں جو تاریخ کی صحیح روشنی میں واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ علائلی اس طرف اپنے مخصوص انداز میں متوجہ کرتے ہیں۔

ان الواجب التاریخی نقضی علینا بان نفھم کل حادث فی محیط القبلیہ علی ضوءھا لانھا باثارھا اقوی من کل عامل اخر کالدین مثلا الذی یختمر بعد فی نفوس العرب اختمار القبلیہ ونحن حینما ندیر البحث فی ھذہ الفترۃ من التاریخ علی قاعدۃ الدین تبیل کل شئی

اس سلسلہ میں تاریخ کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام حادثات کو زمانہ جاہلیت کے رجحان عشیرگی و قبیلہ بندی کے اثرات سے متاثر سمجھتے ہوئے حل کریں۔ کیونکہ یہی رجحان ان لوگوں میں اس وقت کارفرما تھا اگر ان معاملات و حالات میں دینی رجحان وعقیدہ کو کارفرما سمجھیں تو ہم اپنے کو مغالطہ میں ڈال کر انسانی طبیعت و فطرت

غالط النفسانی فی حقائق الطبیعة
البشریة واولیات علم النفس
کما ان المیزان التاریخی الذی
قررناه فی القصد یقضی بان
یکون اثر الدین المبدئی والمثل
الجدیدة فی هذه النفوس
جزئیا وعاملا الی حد ما
(تاریخ الحسین ص ۸۵)

اور بدیہیات علم النفس کے حقائق
پر پردہ ڈال دیں گے در اصل
اس کو ماننا پڑے گا کہ ان حالات
میں دینی اثرات و اصلاحی اخلاق
ان لوگوں میں بہت کم تھا"

بہر حال سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کا نفسیاتی اثر عربوں پر بہت بُرا پڑا اس کو بھی محقق علائلی کے الفاظ میں سنیئے :-

ان فاول ما یتبادر الی ذهن
الاعراب اذا رأوا رجلا من
عامة العرب یتبوأ کرسی
الحکم ان الامر تم له بالغلبة
فقط والنتیجة المنطقیة لهذا
انهم ما داموا ذوی سلطة
تخول لهم الغلبة فی حومة
الصراع فهم احق واجدر
بالامر وثبت صدق هذا

"سقیفہ کی کاروائی کے نتیجہ میں جب
عربوں نے دیکھا کہ ایک معمولی عرب
منبر نشین ہو کر ان کا حاکم ہو گیا
اور پیغمبرؐ کا جانشین بن گیا تو اس سے
سب سے پہلے جو چیز ان کے ذہن
نشین ہوئی وہ یہ تھی کہ یہ شخص
صرف قہر و غلبہ کی بنا پر ہی
پیغمبرؐ کے تخت و تاج کا مالک بنا
اس لئے اس سے زیادہ ہم حکومت کے

النظر عنهم الخلاف على الترشيح
الذي نمى إليهم من أخباره
ولا شك قد كان فيهم من
يرشح علياً وهو الذي عُرف عن
قرب واحبوا فيه شخصيته الممتازة
ونحن نرجح أيضاً بأن اعتقاد
المفطورين ينصرف إلى الموازنة
الدينية وأسرة النبي عريقة
بهذا النوع من التخصص و
الامتياز الروحي فلم يكن
بعيداً أن يطمئن العرب الناؤون
إلى ممارسة هذه الأسرة للحكم
في ظل الدين بالخلافة والنيابة
والذي يدلنا على صدق هذا
النقد بأن احتجاج عمر الذي
اصطنع فيه منطقاً صور فيه
النفسية العربية من هذه
الناحية خير تصوير فقد
أشار لنا في كلمة له يومئذ الى

مستحق ہیں۔ کیونکہ قوت و طاقت
تو در اصل ہمارے ہاتھوں میں ہے
جانشینیٔ محمدؐ کا حق دار ہم سے زیادہ
کون ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس بیان
پر سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی
خود دلیل ہے اس میں کوئی شک
نہیں کہ ان لوگوں میں سے ایسے
لوگ بھی تھے جو حضرت علیؑ کے
انجام پر (کہ ان سے ان کا حق زبردستی
لیا جا رہا ہے) مضطرب تھے۔
کیونکہ علیؑ کو وہ لوگ اس امر کا
مستحق سمجھتے تھے اور اس معرفت
کے ساتھ وہ علیؑ کو ان کی ممتاز
شخصیت کی بنا پر دوست بھی
رکھتے تھے ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ
لوگ جو کسی جذبہ سے متاثر نہیں بلکہ اصولِ
فطرت کے پابند ہیں وہ اس کے معتقد ہیں
کہ امر دین میں بھی قانون ارث کا لحاظ ہے
بے شک خانوادہ پیغمبر روحانیت دینی میں

الى ان العربي شديد النفور من
السلطة الا عن نبعة الدين
و من الخيرات نذف كرها على طولها
لما لهما من القيمة الجوهرية فى
بحث هذا الموضوع قال و الله
لا ترضى العرب ان يؤمركم
و نبيها من غيركم و لكن
العرب لا تمتنع ان تولى امرها
من كانت النبوة فيهم
و ولى امرها منهم و لنا بذلك
على من أبى من العرب الحجة
الظاهرة والسلطان المبين
من ذا ينازعنا سلطان محمد
و امارته و نحن اولياءه و
عشيرته الا مدل بباطل او
متجانف لاثم او متورط فى
هلكة تامل قوله و لكن العرب
لا تمتنع ان تولى امرها من كانت
النبوة فيهم الذى هو بيان

ممتاز و مخصوص تھا - اور یہ لوگ پیغمبرؐ کے
وارث بھی تھے اس لئے وہ عرب جو
بیرون مدینہ تھے وہ سب کے سب پیغمبرؐ کا
جانشین خاندان کے اہلبیت ہی کو سمجھتے
تھے میرے اس بیان کی تائید حضرت
عمر کی تقریر سے ہوتی ہے جس کو
موصوف نے منطقی استدلال کی
حیثیت سے سقیفہ میں دوسروں کے
مقابلہ میں نہایت ہی خوبی کے ساتھ
پیش کیا تھا گویا کہ عربوں کی خواہشات
و رجحان کی ایک کامیاب مصوّر کی
حیثیت سے اپنے الفاظ میں تصویر
کشی کی ہے حضرت عمر نے اپنے ایک
کلمہ سے یہ حقیقت ظاہر کر دی ہے
کہ عرب دنیاوی سلطنت و حکومت
سے متنفر رہیں گے جب تک کہ دین
کے رنگ میں اس حکومت کو ان کے
سامنے نہ پیش کیا جائے۔ مناسب
ہے کہ حضرت عمر کی پوری تقریر

تصویری یکشف بجلاء عن
خوافی النفسیة العربیة من هذه
الناحیة ونحن الآن نستطیع
ان نستفید من منطق عمر
الذی استعمله ضد خصومه
السیاسیین فی اکتساب قضیة
الترشیح من حیث هو شاهد
علی ما ندعیه من أن النفس
العربیة تنبو عن کل سلطة
علی ایه شاکلة الا اذا جاءت
عن جانب الدین فتلین
شکیمتها وعمر بعد ذلک
یتوسل بانهم عشیرة النبی
فهم أخلق بتمثیله ومن هذا
ننتزع الدلیل علی ان السلطة
وکلت الی اسرة النبیؐ من
اولی الامر لما شجر هذا الخلاف
ولما ظهرت حرکة الارتداد
فی اغلب الظن وهذا الذی

اس مقام پر نقل کردیں اگرچہ طولانی
ہے لیکن ہمارے موضوع بحث کے لیے
انمول جواہرات ہیں موصوف فرماتے
ہیں کہ اے انصار خدا کی قسم عرب
اس پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کہ تم ان
کے حاکم یا امیر بنو۔ اس حالت میں کہ
پیغمبر تمہارے خاندان سے نہ تھے عرب اس
کے مخالف نہیں ہیں کہ ان کا حاکم خاندان
نبوت سے نہ ہو بلکہ وہ اپنا امیر پیغمبرؐ
کے گھرانے کا ہی چاہتے ہیں اس بنا پر
جو ہماری امارت کو قبول کرنے سے انکار
کشی کرے اس کے مقابلہ میں ہم حجت
ظاہرہ و دلیل واضح رکھتے ہیں کون
ہے جو حکومت و امارت محمدؐ میں ہم
سے جب کہ ہم حضرتؐ ہی کی قوم اور
قبیلہ سے ہیں مخالفت کر سکتا ہے
ہاں جو مخالف ہو گا وہ باطل کا رواج
دینے والا گنہگار اور مبتلائے ہلاکت
ہو گا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۹)

ان الامر سیفضی فی النھایة الی
الحکم علی نظام الاسرة بل
یعنی ان تشکله کذلك اکثر
انسجاما مع الروح السائدة
اوذالك وبالتکتل التاریخی
وتقرب الامة شیئا بعد شیئ
من فهم مذاهب الحکم تتغیر
نظرتها۔

(تاریخ الحسین صفحہ ۸۱، ۸۲، ۸۳)

دیکھئے حضرت عمر صاف صاف اعلان
کر رہے ہیں کہ عرب کو اس سے اختلاف
نہیں ہے کہ خاندان نبوت میں حکومت
وخلافت ہو۔ وہ یہ بتلا رہے ہیں کہ
عربوں کی تو خواہش ہی یہی ہے کہ ان
کا امیر وحاکم بیت نبوت سے ہو
حضرت عمر کی اس تقریر سے جو انتخاب
خلیفہ کے سلسلہ میں اپنے سیاسی دشمنوں
کے مقابلہ میں کی ہے یہ امر پایہ ثبوت
تک پہنچتا ہے کہ اگر خلافت وامارت
اول مرتبہ ہی خاندان نبوت کے سپرد کر دی جاتی تو یہ اختلاف نہ پیدا ہوتا
اور لوگ دین سے مرتد نہ ہوتے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ دولت وحکومت
کو خواہ مخواہ ایک نسل سے مخصوص کر دوں۔ بلکہ غرض یہ کرنا ہے کہ یہ طریق
کار اس زمانہ کے عربوں کے مزاج کے مطابق تھا۔ اور اس کی وجہ سے وہ
درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور ان کی فکر روشن تر ہوتی۔ اور دولت اسلام کے
لئے تشکیلات اساسی مستحکم ہوتے۔

محقق علائلی ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:۔

وھذا التحلیل یظھرنا علی
ان السلطة لو اسندت من

اس تاریخی چھان بین سے ثابت
ہوتا ہے کہ اگر دورِ اول ہی سے

اول الامر الی شخص من اسرة النبی لکانت اکثر انسجاما مع الروح العربیة الساذجة البعیدة عن مذهب الحکم من حیث انها تمنح جزاء من نظرها الروحی الذی کانت تنظر به وحی الی النبی

(تاریخ الحسین ص۳۸)

کارِ خلافت کو خاندان نبوت کی کسی شخصیت کے سپرد کردیتے تو یہ عربوں کے سادہ مزاج اور روح کے بالکل موافق ہوتا اور پھر کوئی فتنہ و فساد نہ ہوتا کیونکہ عرب اسی نگاہِ عظمت واحترام سے جس سے پیغمبر کو دیکھتے تھے اس کو بھی دیکھتے"

لیکن خلفاء کی سیاست نے یہ نہیں چاہا کہ اہلبیت کسی خاص امتیاز و احترام کے مستحق رہیں بلکہ ان حضرات کو عوام کے برابر کردیا اور اپنی مصلحت سے مختلف اشخاص میں اہلبیت خلافت کو تسلیم کرکے انتخاب خلیفہ کو مجلس شوریٰ کے سپرد کردیا گیا

علامہ علائلی لکھتے ہیں :-

واعتقد بان الذی سبب کل هذا حصر عمر الانتخاب فی هؤلاء الستة وترشیحهم فان تسمیة هؤلاء الی جانب علی جعلهم یتمتعون ببعض الثقة الشعبیة ویثقون بالنفس الی حد کبیر والا فلو ترک

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ تمام بدبختیوں کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے چھ آدمیوں میں خلافت کو منحصر کردیا - ان لوگوں کا نام حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ خلافت کے لئے نامزد و شامل ہونے سے عوام کی توجہ اس طرف ہوگئی کہ وہ بھی خلیفہ ہونے کا حق رکھتے ہیں اور حضرت علی کے برابر ہیں - اگر حضرت عمر

الانقلاب حرًا لما وجد هؤلاء
عند اي في انفسهم الشجاعة
الكافية التي تحملهم على
خوض غمار الانتخاب ضده ثم
ممتاز كما لا يجدون التشجيع
الكافي من الشعب خصوصاً
وان الزبير قد بايع بالامس
المترهب في عهد ابي بكر
المرشح الذي ينزل ضده
اليوم والمنتهي حينا الى نقل
هذا لا يجد الجرأة التي
تحمله على ان يرشح نفسه
ضد عليؑ واذا وجدها
فلا يجد التحبيذ الشعبي
اذن فقد كان ترشيح
عمر لهم بمثابة التزكية
وهذا افق اوجد عندهم
التي تكلمنا عنها في بحث
الشورى دواقع الاعتراك

انتخاب خلافت کے مسئلہ کو آزاد چھوڑ
جاتے تو ان میں سے کوئی بھی علیؑ کی
برابری اور مقابلہ کی جرأت نہیں
کر سکتا تھا۔ نگاہِ عامہ بھی ان پر
اس حیثیت سے نہیں پڑتی کہ یہ لوگ
مستحق خلافت ہیں خصوصاً زبیر
جو ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت
ابوبکر کے خلیفہ ہونے کے وقت
حضرت علیؑ کی بیعت کئے ہوئے تھے
اور ان کی خلافت کے لئے کوشاں
تھے بیشک۔ اس قسم کے لوگوں میں
کب ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ
اپنے کو علیؑ کے برابر سمجھیں اور اگر
ایسی جسارت بھی کریں تو لوگ ان
کی کب مانتے در اصل عمر کے عمل نے
ان میں یہ جسارت پیدا کر دی اور
یہ لوگ بھی اپنے کو پانچوں سوار دل
میں سمجھنے لگے حضرت عمر کی یہ حرکت
گروہ بندی اور تفرقہ سازی

والاصطراع

(تاریخ الحسین ص۱۲۱ ۲۵۲)

کا باعث ہونے کے علاوہ مستقل جھگڑے اور فساد کا سبب بھی بنی

حضرت عمر کے اس شوریٰ کے متعلق عصرِ حاضر کا ایک دوسرا مشہور مفکر علامہ شفیق جبری اپنی کتاب "العناصر النفسية في سياسة العرب" میں لکھتا ہے:۔

فكرة عمر في ان يجعل امر المسلمين شورى بين ستة يتزاحمون على الخلافة غلطة نفسية وقد ادرك معاوية هذه الغلطة فقد ذكروا ان زيادا وفد ابن حصين الى معاوية فاقام عنده ما اقام ثم ان معاوية بعث اليه ليلا فخلا به فقال له يا ابن حصين قد بلغني عندك ذهنا وعقلا فاخبرني عن شيء اسألك عنه قال سلني عما بدا لك قال اخبرني ما الذي شتت امر المسلمين وملأهم

پس عمر کی یہ پالیسی کہ چھ آدمیوں میں خلافت کو منحصر کر کے کسی ایک کو شوریٰ سے خلیفہ مقرر کیا جائے جس میں یہ لوگ آپس میں حصولِ خلافت کے لیے ایک دوسرے سے مزاحمت کریں ایک نفسیاتی غلطی ہے اور معاویہ نے اس غلطی کو معلوم کر لیا تھا، جیسا کہ مورخین لکھتے ہیں کہ زیاد نے معاویہ کے پاس ایک ڈیپوٹیشن میں ابن حصین کو بھیجا اس سلسلہ میں ابن حصین کچھ دنوں معاویہ کے پاس رہے ایک مرتبہ معاویہ نے ان سے تخلیہ میں گفتگو کی۔ اے ابن حصین میں نے سنا ہے

وخالف بينهم قال نعم قتل
الناس عثمان قال ما صنعت
شيئا قال فمسير علي اليك
وقتاله اياك قال ما صنعت
شيئا قال فمسير طلحة
والزبير وعائشة وقتال علي
اياهم قال ما صنعت شيئا
قال ما عندي غير هذا يا
امير المؤمنين قال فانا اخبرك
انه لم يشتت بين المسلمين
ولا فرق اهواءهم الا الشورى
التي جعلها عمر الى ستة نفر"
"فلم يكن رجلا الا رجاها
لنفسه رجاها له قومه وتطلعت
الى ذلك نفسه" هذا هو الرأي
المختتم . فالشورى غلطة
نفسية رحمه الله من غلطها"
هذا الشورى في القديم كانت
غلطة نفسية فتشاء منها

کہ تم بڑے عاقل ذہین ہو جو کچھ میں
پوچھتا ہوں خدا اس کا جواب تو دو ابن
حصین نے کہا جو چاہیے دریافت فرمائیے
معاویہ نے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ مسلمانوں میں
خلافت کے بارے میں جو اختلاف اور
یہ پارٹی بندی کیوں ہوئی ؟ ابن حصین
نے جواب دیا کہ جی ہاں ! یہ اس لیے
ہوا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا
معاویہ نے کہا نہیں یہ کچھ نہیں جواب دیا
کہ اچھا پھر یہ بات ہوگی کہ علیؓ جو آپ
سے لڑے اور جھگڑے ۔ معاویہ نے
پھر کہا یہ کچھ نہیں ۔ جواب دیا
تو یہ ہوگا کہ طلحہ و زبیر و عائشہ
جنگ جمل میں جو نکلیں ۔ اور
حضرت علیؓ ان سے لڑے یہ سن کر
پھر معاویہ نے کہا کہ یہ بھی کچھ نہیں ابن
حصین کہنے لگے مجھے تو اس کے علاوہ
اور کوئی سبب معلوم نہیں معاویہ نے کہا
کہ اچھا تو پھر میں اصل سبب بتائے دیتا ہوں

شتات المسلمین و فرقة اهوائهم والعناصر النفسیة فی سیاسة العرب صفحہ ۲۲، ۲۳ طبع قاہرہ

مسلمانوں میں جھگڑا فساد، اختلاف اور فرقہ بندی جو کچھ بھی ہے یہ اس شوریٰ کی وجہ سے ہے جس کو عمر نے قرار دیا تھا۔ اور جس میں چھ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنے لیے خلافت نہ چاہتا رہا ہو اور اس کی قوم بھی اس کو خلیفہ بنانا نہ چاہتی رہی ہو۔ اس طرح ہر ایک آرزومند خلافت ہو گیا (شفیق جبری کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ بالکل صحیح رائے ہے۔ در اصل شوریٰ ایک نفسیاتی غلطی ہوئی ہے۔ خدا رحم کرے اس پہ جس نے غلطی میں ڈالا۔ بیشک صدر اول میں شوریٰ ایک ایسی نفسیاتی غلط کاری ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف اور پارٹی بندی ہوئی۔

بہر حال سقیفہ کی ہنگامی کارروائی اور "شوریٰ" کی سمجھی بوجھی سیاست سے جو نتائج برآمد ہوئے اس کو علائلی کے الفاظ میں مختصراً ملاحظہ فرمایئے اور اس سے شہادتِ حسینؑ کے اصلی سبب کو بھی معلوم کر لیجئے :۔

۱۔ اسلامی اتحاد کا ختم ہو جانا اور مذہب سے بغاوت کرنے کی جرأت پیدا ہونا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں :۔

الاختلاف علی البیعة یوم السقیفة وامتناع فاطمة و

" روز سقیفہ ابوبکر کی بیعت کے موقع پر مہاجر و انصار کا اختلاف

آل هاشم عموماً كان له صدى عكسي قوي لدى البعيدين شيئاً من الشعور بالاستهانة جراهم على الانتفاض والخروج والتمرد وربما سبّب له ان ارتد اد العرب كان لعد يوم السقيفه بعشرة ايام "

(سمو المعنى في سمو الذات ص۳۳ طبع بيروت)

جناب فاطمہؑ اور بنی ہاشم کا بیعت نہ کرنا، یہ وہ حالات ہیں جنہوں نے عالم اسلامی میں عظیم اثرات رونما کیے۔ وہ لوگ جو مرکز بیعت شہر مدینہ سے دور تھے ان لوگوں نے سقیفہ کی کاروائی اور ابوبکر کے منتخب ہونے کو بہت ہی حقارت اور ذلت کی نظروں سے دیکھا اور یہی امر ان کے ارتداد کا باعث ہوا اور بغاوت و سرکشی کے لیے آمادہ ہو گئے

(اس انتخاب خلافت کے خلاف اتنا ہیجان ہوا کہ) روز سقیفہ کے صرف دس دن بعد ہی قبائل مرتد ہو گئے۔

۲۔ اہل بیت کے ساتھ سختی اور مظالم و بے احترامی

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

اخذ اهل البيت بالشدة

(سمو المعنى في سمو الذات ص۳۳)

اہل بیت رسول کے ساتھ خلفاء کا سختی کے ساتھ پیش آنا

اس موقع پر علائلی نے شہرت کی بنا پر ان واقعات کو نہیں لکھا۔ کیونکہ واقعہ نگاری اصل مطلوب نہیں۔ بلکہ حکومت کی اصل پالیسی اور اصول سے نتائج کو ظاہر کرتا ہے۔ محدثین اور مورخین اسلام نے تفصیل کے ساتھ

ان واقعات کو اپنے مصنفات میں لکھا ہے کتاب الامامت والسیاستہ ابن قتیبہ الدینوری، عقد الفرید ابن عبد ربہ اندلسی، تاریخ ابن جریر الطبری، تاریخ الکامل ابن اثیر الجزری، مروج الذہب مسعودی ملاحظہ کی جائیں علامہ صدر الدین احمد الحنفی القادری البہاری اپنی کتاب روائح المصطفیٰ میں لکھتے ہیں:۔

"و بعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعات بسیار گذشتہ مثل معاملہ فدک و سقط شدن حمل او و تہدید نمودن عمر خطاب بنی ہاشم را کہ در خانہ زہراؑ اجتماع نمودہ بودند و نالہ و شیون نمودن حضرت زہراؑ پیش اصحاب طولے دارد ذکرش ناکردن اولیٰ تر است وصیت نمودن حضرت زہراؑ کہ ہیچ کس بر جنازہ او حاضر نشود دلیل صریح است، بر آنکہ حضرت زہراؑ آزردہ دل از دنیا رفت، اکنوں تاویل ہر چہ خواہند بکنید"

(روائح المصطفیٰ ص ۳۶، ۳۷ طبع کان پور)

اس امر کی طرف شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب مفسر و مترجم قرآن اپنی کتاب "لعیلئے صادقہ" میں ان الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں:۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلِ بیت نبوی کو پیغمبر صاحبؐ کی وفات کے بعد ہی ایسے ہی نا ملائم اتفاقات پیش آئے ان کا ادب اور لحاظ جو ہونا چاہئیے تھا اس میں ضعف آگیا اور رفتہ رفتہ منجر ہوا۔ اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

یہی وہ بدسلوکی ہے جس کا افسوس و احساس خود حضرت

ابوبکر کو بھی حالتِ احتضار میں تھا کہ:۔

"کاش فاطمہؑ کے گھر کی بے ادبی نہ کرتا۔ کاش ان کے حق فدک کو مے دیتا، لے کاش امرِ خلافت کو رسول اللہؐ سے صاف کرلیتا۔"

• عقد الفرید ابن ربہ، مروج الذہب مسعودی، تاریخ الطبری)

۳۔ حضرت ابوبکر کا خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہونا در اصل مخالفین اسلام بنی امیہ کی کامیابی تھی۔ محقق علائلی لکھتے ہیں:۔

فلم یفز بنو تیم بفوز ابی	حضرت ابوبکر کا خلیفہ بن جانے میں
بکر بل فاز الامویون وھذم	کامیاب ہونا ان کے قبیلہ بنی تیم کی
ولذلک صبغوا الدولة	کامیابی نہیں تھی۔ بلکہ در اصل یہ
بصبغتھم واثروا فی سیاستھا	بنی امیہ کی کامیابی تھی اس کامیابی
وھم بعیدون عن الحکم	کے نتیجہ میں بنی امیہ کو اس کا
کما یحدثنا المقریزی فی رسالة	موقع ملا کہ ان لوگوں نے حکومت
النزاع والتخاصم ومن	کو اپنے رنگ میں رنگا اور اس کی
تاریخ ھذا الفوز الانتخابی	سیاست میں داخل و اثر انداز
بدأت سعایة بنی امیه	ہوگئے اگرچہ ان لوگوں کو حکومت کا کوئی
لتھنیة الاسباب الی	حق نہ تھا جیسا کہ علامہ مقریزی النزاع
الانقلاب الذی سیفضی فی	والتخاصم میں لکھتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں
نھایته الی استصوخاھم	مہاجرین کی کامیابی اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے

علی السلطة،	سے بنی اُمیہ کی کوششیں اسلام میں
تاریخ الحسین ص۸۴ ۸۵	انقلاب پیدا کرنے کے لیے شروع ہو گئیں
	جس کے نتیجہ میں وہ حکومت اسلامی
	پر قابض متصرف ہو کر مطلق العنان
	حاکم و خلیفہ بن بیٹھے"۔

۴۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں بنی اُمیہ ہی ولایات اسلامی پر قابض و متصرف تھے۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ان اکثریة الامراء والولاة	ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت کے
کانوا من بنی امیہ فی ازمان	زمانے میں امراء و حکام و والی اکثر
ابی بکر و عمر و عثمان واذ علمنا	و بیشتر بنی اُمیہ تھے۔ اور یہ معلوم
ان اثارة العصبیات المکبوتة	ہے کہ بنی اُمیہ کے سیاسی پروگرام
کانت جزءً من سیاسة الحزب	میں زمانۂ جاہلیت کی عصبیت بھی
الاموی ذی المطامح الکبار	شامل تھی۔ وہ بڑی بڑی آرزوؤں
استطعنا ان نقطع بان هولاء	کو دل میں پوشیدہ کئے ہوئے
الولاة کانوا هم یمارسون	تھے بالکل یقین ہے کہ ابوبکر و عمر
امارتهم فی زمن ابوبکر	کے عہد کے یہ حکام اور گورنر اپنے
و عمر لا یفتأون یحیون کوامن	سینوں کے اندر کینہ کو ڈھکے ہوئے
النزعات و یربّبونها	تھے اور اس گھات میں تھے کہ تمام مجمع
لیلهبوا المجتمع الاسلامی	اسلامی کو دفعۃً آگ لگا کر فنا کر دیں

الزاخر بما فيه من شؤون

(تاریخ الحسین ص۴۸)

۵ - خلفاء نے اسلامی معاشرے و تمدن میں دینی مزاج پیدا کرنے کے بجائے عربوں کو بغیر تربیت یافتہ جنگجو قوم بنا دیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

التعجیل بالفتوح قبل الاختمار الدینی لو لف من مجموع الصفات النفسیة الافراد صفة عامة وهی التی یعبر عنها بخلق الامة ادی الی التخرج هذا الخلیط الکبیر من العرب وینتشر فی بقاع واسعة من الارض حاملا غرائزهم الاجتماعیة التی کانت لاتزال اکثر اتصالا باسباب نفسه ولقد تمتدون تصبغ کل صفاتهم الادبیة بصبغتها	خلفاء کا قبل اس کے کہ عرب دینی عقائد و اسلامی اخلاق میں پختہ ہوں اور قبل اس کے کہ ان کا ایک مزاج دینی بنے۔ جہانگیری و لشکر کشی کے لیے آمادہ کر دینا اور غیر اسلامی صفات و اخلاق کے ساتھ ان لوگوں کا چاروں طرف زمین پر پھیل جانا اور گرد و پیش کے ماحول کو اپنے رنگ میں رنگ دینا۔

(تاریخ الحسین ص۳۷)

۶ - دینی تربیت و مذہبی تبلیغ جو رسول اللہؐ کے عہد میں تھی اس کا عہدہ

غلفاریں بند ہو جاتا۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:-

عدم عناية حكومة الخلفاء
ببث الدعوة وغرس التربية
الدينية التي كانت لازمة لذلك
المجتمع لزيم التربية الوطنية في
نظام القوميات الجديدة على يد
دعاة يثوت عندهم العقيدة وتختمر
بها نفوسهم وانت اكلاً هنيئا
حتى يتوافر في نفوس المسلمين
عامل صلاح الدين فيكونون
كما قال علىؑ عظم الخالق في
نفسهم فصغر ما دونه في اعينهم
وكذلك فعل النبي ببعث المرشدين
والمعلمين والمبشرين في انحاء
الجزيرة فلم يكن عليه الصلوٰة
والسلام ليقبل الاسلام من
الافراد على انه اعمال وطقوس بل
على انه عقيدة ومبدأ ولو هذا
لا يتم الا باعمال تبشيرية

خلفاء کا تبلیغ اشاعت، مذہب
ونشر تعلیمات دین اور احساس روح
اسلام پہ لوگوں کو تربیت کرنے سے
بے اعتنائی برتنا جو اس زمانہ کے
مسلمانوں کے لیے ویسا ہی ضروری
تھا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں نظام
ملت و قومیت کو درست کرنے کے
لیے جذبۂ وطن پرستی ہے اور یہ تسلیم
وتبلیغ ایسے دیندار و پاک عقیدہ
لوگوں کے ذریعہ سے ولانی چاہیے
تھی جن میں دین راسخ ہو چکا تھا
اور عقائد مذہب ان کے گوشت
و پوست میں پیوست تھے جس
سے دستورات دین و تعلیمات مذہب
تمام مسلمانوں میں جاری و ساری
ہو جاتے اور یہ لوگ ایسے ہو جاتے
جیسا کہ حضرت علیؑ نے متقی دینداروں
کی تعریف میں فرمایا ہے ان کی نگاہوں

واسعة وليس بين ايدينا ما يثبت ان حكومة الخلفاء عنيت بهذه الناحية التبشيرية عناية مقصودة "

(سمو المعنی فی سمو الذات ص۳۰)

میں سوائے خدا کی عظمت و بزرگی کے ماسوا بالکل ہیچ و پوچ تھا، حالانکہ خود رسول خدا نے تعلیمات دین و تبلیغ مذہب کے لیے معلمین و مبشرین و مبلغین کو اطراف جزیرۃ العرب کی طرف روانہ کرنے میں بہت زیادہ توجہ فرمائی تھی، اور حضرت لوگوں کے اسلام کو ان کے سچے عقیدہ و خلوص کی بناء پر قبول فرماتے تھے، نہ کہ جبر و قانونی شکنجہ کی بنا پر ان کو مجبور کر کے داخل اسلام کرتے تھے۔ اور یہ امر بغیر مبشرین کے پورا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے سامنے کوئی سند اور ثبوت اس امر کے لیے موجود نہیں ہے کہ خلفاء نے اس کو اہمیت دی ہو اور کوئی توجہ تشابت دین و تعلیم عقائد کی طرف براہ راست کی ہو۔

علامہ علائلی تاریخ الحسین نقد و تحلیل میں اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

وقد ذكرت في كتاب سمو المعنى في سمو الذات طائفة من الاخبار تشهد بان الاعراب ذصوما لم يتضلعوا من الدين وقد كبر على كثيرين القول بان الخلفاء لم يعنوا بهذا اللون من التربية

"ہم نے اپنی کتاب سمو المعنی فی سمو الذات میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ تاریخی شہادتیں اس پر موجود ہیں کہ عرب دینداری میں مستحکم نہ تھے اور بہت سے لوگ یہ نہیں پسند کرتے کہ یہ کہا جائے کہ خلفاء نے پرورش دین کی طرف سے

نتاملوا عن الاشخاص الذين
اوصلوا الدين الى الجهات المختلفة
واعطوا انذاك المجموعة الاسلامية
الكبرى ونحن لسنا نتكلم بان الخلفاء
عنوا بالفتح وهو يستتبعه دائماً
دخول اقوام لا على الحصر في
دين الغالبين ولكن دخولهم
على هذا الشكل لا يعني اكثر
من انهم مسلمون بالكم فقط
وهذا ما لم نعن به وانما انصرفنا
الى درس اسلامية هؤلاء
واولئك من حيث آثارها
في الضمير والغنى انتهينا الى ان
المدار على الضمير الديني
وحده الذي يجب تغذيته
ومده بغير التعاليم الصالحة
لا ادعائه بقوله عليه السلام
رجعنا من الجهاد الاصغر
الى الجهاد الاكبر وبهذا انجلى

غفلت برتی۔ وہ یہ سن کر پوچھنے لگتے
ہیں کہ پھر وہ کون ہے جس نے سارے
جہان میں اسلام کو پھیلایا ہے اور کس
نے جامعہ اسلامی کو اتنا بڑھایا ہے
در اصل میں خلفاء کی جہانگیری سے انکار
نہیں کر رہا ہوں ظاہر ہے کہ ان کی
تاخت وتاراج وجہانگیری ہی کے
نتیجہ میں بہت سی مغلوب اور پسپا
شدہ قومیں اپنے اوپر غلبہ پانے
والی قوم مسلمانوں کے مذہب کو
قبول کرنے کے لیے مجبور ہوئیں یہ
تو قہر و غلبہ کا لازمی نتیجہ تھا در حقیقت
اس صورت میں جو مسلمان ہوئے ان
سے تو صرف مسلمانوں کی مردم شماری
کا اضافہ ہوا۔ نہ کہ روحانیت دین نے
ترقی کی ہم تو ان کے یا ان کے اسلام
کو اس حیثیت سے معلوم کرنا چاہتے ہیں
کہ ان کے ضمیر اور دل کی گہرائیوں
میں تعلیماتِ اسلام کا کتنا اثر و رسوخ تھا۔

النبي عن خطته الرشيدة في
الفتح والتهذيب لانيكران سياسة
الخلفاء كانت سياسة فتح
فقط وعليه فقط تركت اهم
الجانبين من السياسة النبوية
(تاريخ الحسين ص ۹۹)

خود پیغمبرؐ نے بتلایا ہے کہ اسلام و
مسلمانوں کا دارو مدار ظاہر نہیں بلکہ
باطن و ضمیر دینی پہ ہے جس کی صحیح
پرورش و سیرابی کی طرف متوجہ ہونا
چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہے
اب ہم جہاد اصغر سے پلٹ کر جہاد
اکبر کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں"۔

پیغمبرؐ نے اپنے اس مختصر جملہ میں اپنے نظریہ کو جو تہذیب و فتوحات کے متعلق ہے آشکار و ظاہر کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خلفاء کی سیاست صرف جہانگیری تک محدود تھی۔ اور پرورش دین کے متعلق پیغمبرؐ کی سیاست جو در اصل ایک اہم جنبہ ہے اس کو ان لوگوں نے ترک کر دیا تھا"۔

۷۔ خلفاء نے اسلامی مساوات کو ختم کر کے مسلمانوں میں طبقات کو قائم کیا جس کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام رائج ہو گیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

هذا التنظيم المالي أوجد تمايزاً
كبيراً وأقام المجتمع العربي
على قاعدة الطبقات لبعد أن
كانوا سواء في نظر القانون الشريعة
فقد أوجد ارستقراطية وشعباً

حضرت عمرؓ کا تقسیم اموال کا طریقہ
عظیم امتیازات کے پیدا ہونے کا
سبب ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی
کی تقسیم طبقات پہ ہو گئی حالانکہ شریعت
اسلامی و قرآن و سنت رسولؐ نے ہر قسم

وعامتہ" کے طبقات وامتیازات کو ختم کر کے سب کو مساوات کا درجہ دے دیا تھا (تاریخ الحسین ص۱۷۶)

لیکن اس طریقہ کار نے مساواتِ اسلامی پر ضرب کاری لگا کر اشراف (سرمایہ دار و جاگیردار) متوسط، خوشحال طبقہ اور تہی دست و مفلس عوام میں طبقہ طبقہ کر کے تقسیم کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحابِ رسولؐ کی دولت و سرمایہ داری کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا۔ زبیر بن عوام نے بصرہ۔ کوفہ، مصر، اسکندریہ ہر جگہ متعدد عالیشان محلات شاہی کو تعمیر کرایا۔ ان کی اصل پونجی کا شمار پچاس ہزار اشرفی ایک ہزار عربی گھوڑے۔ ایک ہزار لونڈیاں تھیں۔ اور طلحہ بن عبداللہ نے شہر مدینہ اور کوفہ میں ہر جگہ رفیع الشان محل بنوائے۔ اور صرف عراق کے پیداشدہ غلہ اجناس کی آمدنی روزانہ ایک ہزار اشرفی ہوتی تھی۔ زید بن ثابت کے مرنے کے بعد جو سرمایہ چھوڑا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سونے اور چاندی کا وہ اتنا ڈھیر چھوڑ گئے تھے جو تبر کے کاٹنے سے کٹتا تھا۔ اور ایک لاکھ اشرفی کی قیمتی جائداد اس کے علاوہ تھی۔ عبدالرحمن بن عوف نے ایک بہت وسیع اور عالیشان قصر تعمیر کرایا اور اس کے اصطبل میں سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ اور بالدہ میں دس ہزار بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ اور ان کے مرنے کے بعد ترکے کے چوتھے حصّہ کی قیمت ۸۴ ہزار اشرفی ہوئی۔ اور یعلی بن اُمیہ جب مرے ہیں تو انہوں نے ہزار دینار سرخ نقد علاوہ ازیں جائداد کے چھوڑے اور ان سب کے علاوہ ایک لاکھ دینار لوگوں پر ان کا قرضہ

تھا (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

خود حضرت عثمان اتنی دولت رکھتے تھے کہ ان کا لقب ہی غنی (یعنی سیٹھ۔ دھنی) ہوگیا تھا۔ موصوف نے صرف شہر مدینہ میں سات عالیشان محلات شاہی تعمیر کرائے تھے۔ بکثرت لونڈی، غلام اور باغات اور چشمے تھے۔ اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ بے شمار تھے جس دن یہ قتل ہوئے ہیں ان کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار اشرفیاں اور دس ہزار درہم تھے وادی القریٰ اور حنین میں زمین و جائداد تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ اشرفیاں تھیں اور جواہرات و زیورات اس کے علاوہ، جن کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ خلفاء کے دور میں منجملہ دیگر چیزوں کے عورتوں کی غیر اسلامی روش اور شورش و قیادت نے بھی مسلمانوں کو متاثر کیا جس کے نتیجہ میں بدترین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ظهور المرأة وهي لا تتسع الافكار الكلية العامة وانها تفكر تفكيرا جزئيا خالصا فكان لها اثر في التوجيه الجديد وقد ظهرت المرأة بحركات كبيرة استقلالية في مناسبتين يوم الردة في

"عورتوں کی کارستانی" عورت کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ مردوں کا سا دل و دماغ پیدا کر سکے۔ اس کے دل و دماغ میں اتنی گنجائش کہاں کہ اہم امور سما سکیں ان کو تو چھوٹے اور معمولی کاموں کے سوچنے کی سوجھ بوجھ

منا سبتين يوم العزة فى امرأتين
احدهما سجاح بنت الحارث و
تقدم خبرها والاخرى هى سلمى
ابنة مالك بن حذيفة سبيت
ايام رسول الله و وقعت لعائشة
فاعتقها وقد قادت جموع
غطفان وهوازن وسليم واسد طى
ثائرة فنزل خالد بن الوليد
عليها وعلى جملها فاقتتلوا
وهى واقفة على جمل امها وكانت
موهوبة عظيمة المنزلة تستنهض
الجموع وتعذر الحماس وقد
قتل حول جملها مائة رجل
ثم قتلت وتفللت الجموع
وارتدت هذه المرأة بتعبئة
لتفكير منها او قتل سلمى فهى
تريد ان تثأر لاخيها حكمة
الذى قتل ايام النبى
(تاريخ الحسين ص ۱۸۴)

ہوتی یہی وجہ ہے کہ اسلام کے جدید
نظام معاشرت میں عورتوں کو دخیل
ہو جانے سے اسلام کو عجیب کشمکش میں
مبتلا ہو جانا پڑا۔ دورِ اول اسلام میں
عورت بڑی بڑی تحریکوں کے چلانے
کا سبب ہوئی اول اول فتنۂ ارتداد
کے موقعہ پر دو عورتوں نے ایسی حرکتیں
کیں ایک سجاح بنت حارث جسکا تذکرہ
ہو چکا ہے (جس نے نبوت کا دعویٰ
کیا تھا اور جس نے ایک دوسرے نبی
مسیلمہ کذاب سے مصالحت کر کے عقد
کر لیا تھا) دوسری سلمیٰ بنت مالک
بن حذیفہ (طبری جلد ۳ ص ۲۲۳ و ۲۲۴)
جو رسول اللہؐ کے زمانہ میں گرفتار
ہوئی تھی اور بی بی عائشہ کو کنیزی
میں ملی تھی جس کو موصوفہ نے بعد میں
آزاد کر دیا تھا۔ یہی وہ عورت ہے
جس نے بعد وفات پیغمبر تمام قبائل غطفان
ہوازن سلیم۔ اسد طی کی حکومت

کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر کے ایک شورش و غدر پیدا کر دیا تھا اور خود باغیوں اور شورش پسندوں کی قائد و سردار بن گئی۔ اور خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ اس سے مقاتلہ و مقابلہ کرنے کے لیے آ گئے۔ جنگ کے موقع پر سلمیٰ اپنی ماں کے اونٹ پر سوار ہو کر نکلی۔ یہ لوگوں میں جوش و خروش پیدا کر کے لڑنے کے لیے آمادہ کرتی تھی۔ اس حالت میں سلمیٰ کے اونٹ کے چاروں طرف جو محافظین تھے ان میں سے سو آدمی قتل کیے گئے۔ اور آخرکار جب خود بھی ماری گئی اس وقت اس کی فوج پراگندہ ہوئی۔ یہ عورت صرف اس معمولی و سطحی بات پر کہ اس کا بھائی حکومت رسول اللہؐ کے زمانہ میں بحالت کفر مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا خود مرتد ہوئی اور تعصب سے فتنہ و فساد اور خونریزی کا سبب ہوئی۔ آگے چل کر محقق علائلی لکھتے ہیں:۔

(ب) "ظهور المرأة" يوم الجمل في شخص عائشة فانها تعيد مثل دور عنيدقتها سلمى ابنة مالك فقد خرجت على حكومة عليؑ كما خرجت الاخرى على حكومة ابيها ولعرض مشابه تقريباً فتلك تثأر لاخيها وهذه تثأر لعثمان وقد عقدت الصداقة بينهما زمناً طويلاً

(ب) دوسرے ایک عورت کی کارستانی بی بی عائشہ کی شخصیت میں جنگ جمل میں ظاہر ہوئی حضرت عائشہ نے بھی مثل اپنی آزاد کردہ لونڈی سلمیٰ بنت مالک کے عمل کیا اور حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جس طرح سلمیٰ نے حضرت عائشہ کے باپ ابوبکر کے خلاف کیا تھا۔ سلمیٰ کا مقصد یہ تھا

فقد كانت تختلف الى عائشة كثيرا
وتنزل عليها دائماً ولا يستبعد عندي
ان يكون في جملة الرغبات التي
دفعت عائشة الى الخروج انها
كانت معجبة بالدور الذي
لعبته سلمى وقد كان دوراً معجباً
حقاً لهج به الناس كثيرا حتى قيل
بلغ من عزها انه قطع مائة
من الابل لمن يحرم على نخس
جملها والمرأة ذات تفكير
جزئي تشيع فيه الميول والعواطف
لذلك لا استبعد ان تكون عائشة
قد انطوت على اعجاب عميق
لسلمى وهذا الاعجاب كان عاملا
نفسياً كبيرا هوّن عليها سبيل
الخروج فتطلب دوراً مماثلاً
تكون فيه القائدة وعلى جمل
ايضاً يلتف حوله كثيرون ويكان
المصير واحداً تقريباً وهذا

کہ اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لے
اور حضرت عائشہ کی غرض بھی یہی تھی
کہ عثمان کے خون کا بدلہ حضرت علی
سے لیں سلمٰی اور حضرت عائشہ میں
بہت زیادہ ملاپ تھا ایک مدت تک
باہم شیر و شکر رہ چکی تھیں اور جب
بھی سلمٰی مدینہ آتی تو بی بی عائشہ ہی کے
یہاں ٹھہرتی تھی بعید نہیں کہ منجملہ دیگر
اسباب کے بی بی عائشہ کے خروج و شورش
کا سبب ہوں ایک سبب یہ بھی ہو کہ
عائشہ کو سلمٰی کا یہ کھیل پسند آیا ہو
اس لیے خود بھی یہی پسند کیا کہ یہ کھیل کھیلیں
بات تو یہ ہے کہ یہ اچھا مشہور کرنے
والا کھیل تھا جس کے چرچے زبان زد
ہو گئے ہر ایک یہی کہتا تھا واہ کیا
عزت والی عورت تھی کہ سو اونٹ اس کی
سواری کے اونٹ پر سے خدا ہو گئے اصل
یہ ہے کہ عورت جذبات سے متاثر ہونے
والا ہلکا دل و دماغ رکھتی ہے

من اغرب المصادفات التاریخیة
ولیتنبه الی اننا لا نقول بان
اعجاب عائشة بسلمی کان عاملا
من عوامل خروجها بل نقول
کان عجبتها فی جملة الدوافع
التی ترکت علیها عزمها فخروج
عائشة کامرأة للقیادة العامة
شیئ جدید فی المجتمع الا
سلامی الاول فظهور المرأة
شیئ جدید اثار مسالة
جدیدة ما فی ذالک شک"
(تاریخ [illegible] ص ۱۸۱، ۱۸۲)

اس لیے بعید نہیں کہ بی بی عائشہ نے
سلمٰی کی جنگی حرکات کو نہایت پسند کیا
ہو اور اس فعل کی خوبیاں ان کے دل
و دماغ پر مسلط ہو کر نفسیاتی حیثیت سے
خروج و بغاوت کو ایک آسان امر
بنانے میں سازگار ہوئی ہوں - اس
لیے موصوفہ کے دل میں بے چینی
ہوئی ہو وہ بھی کیوں نہ مثل سلمٰی کے
کسی فوج و لشکر کی قیادت فرمائیں اور
مثل سلمٰی کے معرکۂ جنگ و خونین
میدان میں اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں
اور بہت سے لوگ ان کی حمایت میں

درپے ہو جائیں۔ دونوں خاتونوں کا انجام ایک ہی سا ہوا ان دونوں مختلف واقعات کا ایک ہی سا ہونا ایک عجیب حیرت ناک تصادف و اتفاق ہے میں ایک مرتبہ پھر متنبہ کر دوں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف سلمٰی کے فعل کو پسند کرنا ہی بی بی عائشہ کے خروج کا سبب تھا، بلکہ مقصد میرے کہنے کا یہ ہے۔ کہ سلمٰی کے حرکات بی بی عائشہ کی رغبت کا سبب بنے اور اسی کے مطابق بی بی صاحبہ نے نقشۂ جنگ بنایا۔ حضرت عائشہ جو ایک عورت ذات تھیں۔ ان کا ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بغاوت کے لیے نکلنا صدر اول کی

اسلامی سوسائٹی میں ایک نئی بات تھی جس نے مسلمانوں میں نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔

حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ اسلامی تاریخ میں مختلف خصوصیات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہی وہ بی بی ہیں جو اپنی ناتجربہ کاری اور کمسنی کے عہد میں رسول اللہؐ کی زوجیت میں رہیں۔ آپ کو اسلامی فقہیات میں اجتہاد کے درجہ پر مانا جاتا ہے آپ ہی اسلامی سیاست میں ایک بڑے انقلاب کا سبب بھی ہوئیں۔ یہ موصوفہ ہی کی سوجھ بوجھ کا اثر ہے کہ ان کے والد خلیفہ بن جانے میں کامیاب ہوئے اور فطری نسوانی کمزوری کی وجہ سے آپ نے شوہر کی اولاد کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کیے۔ اول و دوم خلافت میں آپ کو حکومت کی طرف سے جو منفعت اور رعایت تھی اس میں تیسری خلافت میں کمی واقع ہو گئی۔ اس کی وجہ سے آپ حضرت عثمان کے خلاف ہو گئیں۔ اور آپ نے ان کو قتل کر دینے کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا۔ "اقتلوا نعثلاً فقد کفر" لوگو! اس یہودی نسل (حضرت عثمان) کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا۔ مسلمانو! دیکھو یہ رسول اللہؐ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے لیکن عثمان نے سنتِ رسولؐ کو مٹا ڈالا۔ (الصدیقہ بنت الصدیق العقاد المصری صفحہ ۱۲۳ طبع مصر)

حضرت عائشہ کی مخالفت سے مخالفین عثمان کو تقویت ہوئی۔ طلحہ و زبیر بھی مخالفین کا ساتھ دے رہے تھے۔ اگرچہ حضرت علیؑ نے اس فساد کو دبانا چاہا، دونوں فریقوں کو سمجھایا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بنفس

نفیس مخالفین کو سمجھانے گئے۔ اور عثمان اور ان کے عیال کو پانی پہنچایا
لیکن پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان کو قتیل الدار ہونا پڑا۔ اب
یہ اجماعی خلافت باتفاق امت حضرت علیؑ کے سپرد کی جاتی ہے علیؑ بظاہر
جس اصول و نظریہ کے ماتحت جو تھے خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔ اس سے
حضرت عائشہ کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی چاہیئے تھی لیکن حضرت عائشہ
کسی طرح بھی آلِ محمدؐ کے اقتدار کو نہیں دیکھ سکتی تھیں اس لیئے مقتول خلیفہ کے
خون کا انتقام لینے کے بہانے سے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے برسر پیکار ہو گئیں
طلحہ و زبیر بھی ممدو حہ کا ساتھ دیتے تھے، اور اس طرح علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو
خونِ عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر بنی امیہ کی کینہ پرور قوم کو اس پر آمادہ کر دیا جاتا ہے
کہ وہ اموی خلیفہ عثمان کے خون کا بدلہ علیؑ اور اولادِ علیؑ سے لیں۔ دیکھئے کس کامیابی
کے ساتھ یہ کھیل کھیلا گیا کہ ایک جنگ جمل کے ختم ہو جانے کے بعد اسی طلب انتقام خونِ
عثمان کے بہانہ سے معاویہ اموی صفین کے معرکوں میں امیر المومنینؑ سے برسر پیکار رہا۔
یہاں تک کہ مسجد کوفہ میں امیر المومنینؑ شہید ہو جاتے ہیں۔ امیر المومنین کی شہادت
کے بعد بنی امیہ بعوض خونِ عثمان امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور تمام اولاد عبد المطلب
کو شہید کرنے کی فکر میں رہے جس کا کبھی کبھی وہ اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ
اخطب خوارزمی لکھتے ہیں کہ ایک دن معاویہ کے دربار میں عمرو بن عاص، عتبہ بن
ابی سفیان، ولید بن عقبہ، مغیرہ بن شعبہ سب کے سب مجتمع تھے معاویہ
نے امام حسنؑ کو طلب کیا۔ جب حضرت تشریف لائے تو معاویہ نے
امام حسنؑ سے کہا:-

هم دعوا علیه یخبروك ان عثمان قتل مظلوما وان اباك قتله فاسمع منهم۔

"ان لوگوں نے آپ کو اس لیے زحمت دی ہے کہ آپ کو آگاہ کریں کہ عثمان مظلوم قتل کیے گئے اور آپ کے باپ نے ان کو قتل کیا۔ اب آپ ان کی باتوں کو سنئے۔"

عمرو عاص نے کہا:۔

انکم بنی عبد المطلب لم یکن الله لیعطیکم الملك بقتلکم الخلفاء واستحلالکم ما حرم الله من الدماء

"اے بنی عبد المطلب خلفاء کو قتل کرنے اور خونریزی کرنے کی وجہ سے خدا تم کو حکومت نہیں عطا کرے گا۔"

عتبہ بن ابی سفیان نے کہا:۔

انکم بنی عبد المطلب قتلتم عثمان فوالله ان لنا فیکم دم عثمان وان لنا الحق ان نقتلکم به فاما ابوك فقد تفرد الله به ولکنا ایاه واما انت فوالله ما علینا ان قتلناك بعثمان حرج ولا اثم۔"

"اے بنی عبد المطلب تم قاتلان عثمان ہو۔ خدا کی قسم ہمارے طلب قصاص کے لیے یہ کافی ہے کہ تم پر خون عثمان ہے اس لیے ہم حق پر ہوں گے اگر ہم تمہیں قتل کریں۔ اے حسنؑ! تمہارے باپ سے تو خدا نے سمجھ لیا لیکن تم ہیں اگر ہم تم کو عثمان کے بدلے میں قتل کر ڈالیں تو کوئی گناہ و حرج نہیں ہے۔"

ولید بن عقبہ نے کہا:۔

"کنتم اول من حنق علیه وحسده وکنتم قتلته فکیف ترون الله طالب دمه"

"تم اے بنی عبدالمطلب سب سے پہلے تم نے عثمان سے عداوت و حسد کو ظاہر کیا اور تمہیں ان کے قاتل ہو۔"

مغیرہ بن شعبہ نے کہا :-

"ثم طعن علی عثمان حتی قتلہ وفقد جعل الله سلطانا لولی المقتول فی کتابه المنزل فمعاذ ولی المقتول بغیر حق فلو قتلناك وانما كان من الحق والله مادم ولد علی عندنا بخیر من دم عثمان"

"(اے حسنؓ) تمہارے باپ علیؓ نے عثمان پر الزام لگا کر ان کو قتل کر دیا اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ مقتول کے ولی کو خدا نے قوت و غلبہ عطا کیا ہے پس معاویہ عثمان مظلوم کے ولی ہیں۔ اس لیے اگر ہم لوگ آپ کو اور آپ کے بھائی حسینؓ کو قتل کر ڈالیں تو یہ حق ہوگا۔ خدا کی قسم عثمان کے خون سے اولاد علیؓ کا خون بہتر نہیں ہے۔"

(مقتل الحسین للخوارزمی الجزء الاول صفحات ۱۱۳ مطبوعہ عراق)

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوئیں۔ اور بنی امیہ کو کس طرح اولادِ رسولؐ کے خون بہانے کا بہانہ ملا اہلبیتؑ اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ پھر بی بی عائشہ شورش پسند امویوں کے جتھے کے ساتھ نظر آئیں۔ جب امام حسینؑ اور بنی ہاشم امام حسنؑ کو دفن کرنے کے لیے مزارِ رسولؐ کی طرف لیے جا رہے تھے مروان اور بی بی عائشہ اموی جماعت کے ساتھ جارحانہ اقدام کرتے ہوئے حسینؑ کے مقابلہ میں آ گئیں

حالت یہ تھی کہ امام حسنؓ کا جنازہ تیروں کا نشانہ بن گیا ممکن ہے کہ ہاشمی جوان و اہلِ بیتؑ زخمی بھی ہو گئے ہوں ۔ اس مرتبہ حضرت عائشہ اونٹ پر نہیں بلکہ خچر پر سوار تھیں اور مجمع یہ آواز بلند کر رہا تھا ۔

أيدفن عثمان في اقصى البقيع ويدفن الحسن ببيت رسول الله والله لايكون ذلك ابدا	"عثمانؓ تو بقیع کے دور دفن ہوں اور حسنؓ رسول اللہؐ کے گھر میں دفن کیے جائیں بخدا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"

مقاتل الطالبین ابو الفرج الاموی ص ۵۲

یہاں تک کہ یہی جذبۂ انتقام کربلا میں بھی نظر آتا ہے چنانچہ بندش آب کے سلسلہ میں جو حکم نامہ لکھا گیا ہے اس میں یہ تشریح ہے :-

فحل بين الحسينؑ واصحابه و بين الماء ولايذوقوا منه قطرة كما صنع بالتقي الزكي المظلوم امير المومنين عثمان بن عفان	"حسینؑ و اصحابِ حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ ۔ یہ لوگ ایک قطرہ بھی پانی کا نہ چکھ سکیں ۔ جیسا کہ تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا ہے"

تاریخ الطبری جزو اول از صفحہ ۱۳ ص ۳۱۲ طبع جرمن)

کربلا میں حسینؑ کی شہادت کا واقعہ کسی اتفاق کا نتیجہ نہ تھا ۔ بلکہ دفعتہً واقع ہو گیا بلکہ اسلام کے خلاف ایک سازش تھی جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا شریعت اور حاکمیت اسلام کو مٹانے کے لیے وفاتِ رسولؐ ہی سے مسلسل کوششوں کا

سلسلہ جاری تھا۔ جس میں تدریجاً آثارِ اسلام کو مٹایا جا رہا تھا۔ دراصل جاہلیت اسلام میں کفار و مخالفین اسلام کا ایک گروہ نفاق کے لباس میں موجود تھا جو بظاہر اپنے کو کلمہ گو ظاہر کرتا تھا۔ لیکن بباطن بیخ و بن اسلام کو اکھاڑ دینا چاہتا تھا۔ اس مخالف جماعت کا نتیجہ علامہ علائلی ان الفاظ میں تبلاتے ہیں:۔

هذا البحث لا يغنينا منه الا ان نتحسس حالة الشك عند العرب قبل الاسلام ومقدار ما بقي منها في النفوس بعد لا وقد ظهر لنا مما سبق ان حالة الشك كانت متحكمة الى حد كبير في عهد النبي شكلا آخر هي نفاق" (تاریخ الحسین ص۱۱)

"مقصد اس بحث کا یہ ہے کہ ہم سمجھ سکیں کہ عربوں کو دینی مذہب کے متعلق قبل اسلام کس قدر شک تھا اور یہ شک دینی بعد اسلام ان میں کتنا باقی رہ گیا تھا ہمارے اس بحث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ عربوں میں یہ شک دینی کس قدر محکم و پائیدار تھا۔ اور ان کے دل و دماغ اس کی وجہ سے کس قدر تیرہ و تار تھے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شک دینی پیغمبر کے عہد میں (ظاہری مسلمانوں میں) ایک دوسری شکل میں ظاہر ہوا جس کو نفاق کہتے ہیں۔"

عربوں کی یہ بے دینی جو بصورت نفاق ظاہر ہوئی جس کو علامہ علائلی شک دینی سے تعبیر کرتے ہیں۔ عہد رسالت میں خواہ کتنی ہی کمزور و بے اثر ہو لیکن منافقین اپنی قوت کو بڑھانے اور اپنے دلی مقصد کو پورا کرنے میں برابر جد و جہد کرتے رہے چنانچہ معاویہ کے عہد میں یہ حالت

ہو چکی تھی کہ اب دین اسلام کا کوئی لحاظ نہیں رہ گیا تھا۔ علامہ محمد بن عقیل الحضرمی لکھتے ہیں:-

وکان معاویۃ واصحابہ غیر متقیدین بدین ولا ملتزمین فی الباطن الشریعۃ بل کانوا یستعملون المکر والخبث والغدر والکذب والتغریر والتاویل ما ینتجون بہ وجوہ مصالحھم سواء کان جائزا فی الشرع او محظورا وسواء کان فیہ سخط اللہ تعالیٰ او رضاہ"

معاویہ اور ان کے ساتھی بظاہر دین کے پابند نہ تھے اور نہ دل میں شریعت اسلام کے معتقد تھے۔ بلکہ یہ لوگ مکاری، خباثت، غداری، جھوٹ دھوکہ، فریب پر عمل کر کے مقصد برآری کرتے رہتے تھے۔ چاہے یہ امور شرعاً جائز ہوں یا ناجائز یا اس سے خدا راضی ہو یا ناراض انہیں اس کی کچھ پرواہ نہ تھی۔

(النصائح الکافیہ ص ۱۶۵ طبع حیدرآباد)

معاویہ کے عہد میں اہل دین اصحاب پیغمبر ذلیل و رسوا تھے ان کو مقید و قتل کیا جاتا تھا۔ دین کی مختلف طریقوں سے اہانت کی جاتی تھی (دیکھا جائے امام حسینؑ کا وہ مکتوب جو آپ نے معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔) غداران اسلام منافقین اور دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ (ابن سرجون وابن اثال وغیرہما) اس کے مشیر و دبیر تھے۔ یہاں تک کہ مرتے وقت معاویہ کے گلے میں صلیب لٹکتی نظر آئی۔

(محاضرات امام راغب اصفہانی)

یزید بھی اپنی نسل خصوصیات اور تعلیم و تربیت و ماحول کے اعتبار سے بالکل بے دین تھا۔ باپ کی طرف سے شکِ دینی و نفاق کو میراث میں پایا تھا اس کی ماں میسون کلبیہ ایک صحرائی قبیلہ بنی کلب کی بدویہ تھی۔ بنی کلب بادیہ نشین قبیلہ تھا۔ جو قبل اسلام مسیحی تھا۔ ان کے عادات و اطوار صحرائی و جنگجو بدوؤں کے سے تھے جن پر عیسائیت کی رنگ آمیزی بعد اسلام بھی پائی جاتی تھی۔ یزید اپنے بچپنے اور جوانی کی ابتدائی منزلوں میں یہیں رہا اور ننہالی اطوار و کردار کو قبول کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے بربریت اور اسلام سے بغاوت اس کی گھٹی میں شامل تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ معاویہ نے اپنے چشم و چراغ اور ولی عہد کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک نسطوری عیسائی کو مقرر کیا تھا (سمو المعنی فی سمو الذات علامہ علائلی ص۶۶ و کتاب معاویہ و کتاب یزید لاب لامنس مسیحی)

اس لیے یزید کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما اسلام کے بالکل خلاف ہوئی تھی۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:-

ان یزید نشأ نشأۃ مسیحیۃ تبعد کثیراً عن عرفہ الاسلام

یزید مسیحیت میں پروان چڑھا جس کو اسلام سے لگاؤ نہ تھا

(سمو المعنی فی السمو الذات علائلی ص۶۵)

علامہ علائلی پھر لکھتے ہیں:-

فقد کان یزید فی تقریب المسیحیین و یتکثر منہم من بطانتہ الحاجۃ لما انہ یقم

یزید عیسائیوں کو بہت زیادہ اپنا مقرب بنائے ہوئے تھا اور بہت سے عیسائیوں کو اپنا محرمِ اسرار بنا

بينهم على من يمتزج به و
ينسجم معه على ما يقولون ولقد
اطمأن اليهم عهد بتربية
ابنه الى مسيحي على ما لا
اختلاف فيه بين المورخين
ولا يمكن ان نغفل هذه الصلة
الوثيقة والتعلق الشديد
بالأخطل وغيره الا الى مكان
التربية ذات الصبغة الخاصة
واللون الثاني اذا كان يقيناً
او يشبه اليقين ان تربية يزيد لم
تكن اسلامية خالصة او
بعبارة اخرى كانت مسيحية
خالصة فلم يبق ما يستغرب
معه ان يكون متجاوزاً و
مستهتراً مستخفاً بما عليه
الجماعة الاسلامية لا يعبأ
لتقاليدها واعتقاداتها اى
حساب ولا يقيم لها وزنا

لیا تھا۔ چنانچہ مورخین کہتے ہیں
کہ وہ نصرانیوں سے اتنا مانوس تھا
کہ اس نے بھی (مثل اپنے باپ کے)
اپنے بیٹے کا اتالیق ایک عیسائی کو
مقرر کیا تھا۔ اور اس میں مورخین
میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ
صرف اس وجہ سے تھا کہ خود یزید
کی تربیت و پرورش مسیحیت و بدویت
پر ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے وہ مشہور
عیسائی شاعر خطل وغیرہ وغیرہ سے
بہت زیادہ اتحاد و ارتباط رکھتا تھا۔
یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ
یزید کی تربیت و پرورش خالص
مسیحیت کے اوپر تھی۔ نہ خالص
اسلام پر۔ اس بنا پر
یزید کا اسلام سے کنارہ کش
ہونا قانون اسلام سے بغاوت
کرنا، شریعت اسلام کو حقیر سمجھنا
اور اس کی نگاہوں میں اعتقادات

بل الذی یستغرب ان یکون علی غیر ذلک لذلک اعتمد روایۃ الیعقوبی المحققۃ من ان یزید امر ابن زیاد بقتل الحسین واشاک فی غیرھا وأمیل الی انھا تنفصل من یزید (سمو المعنی فی سمو الذات علائلی ص۵۸)

و پابندی مذہب کا کوئی وزن نہ ہونا بعید از امکانات نہیں ہے بلکہ بعید از امکان اس کے خلاف ہوگا کہ وہ پابند اسلام ہوتا۔ اسی لیے میں مورخ یعقوبی کی روایت کی صحت کا یقین رکھتا ہوں جو اس نے لکھا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو امام حسینؑ کے قتل کر دینے کا حکم دیا تھا

یہی وہ وقت تھا جب نفاق کھل کر کفر کے لباس میں سامنے آگیا

یزید وہ ہے جو یہ ترانے گاتا تھا ؎

لعبت ھاشم بالملک فلا

خبر جاء ولا وحی نزل

"ہاشمی (محمدؐ) حصول سلطنت کے لیے ایک کھیل کھیلے تھے درحقیقت نہ کوئی ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی آسمانی خبر آئی"۔

کبھی کہتا تھا :۔

فان حرمت علی دین احمد

فخذھا علی دین المسیح ابن مریم

"اے ساقی ہم کو خوب شراب پلا، کچھ پرواہ نہ کر اگر یہ دین احمدی میں حرام ہے تو ہونے دو دین مسیحی میں تو حلال ہے"

کبھی کہتا ہے

شغلتنی نغمۃ العیدان
عن صوت الاذان

"ارے مجھ کو ستار اور سارنگی کے نغموں سے اذان کی آواز سننے کی فرصت نہیں"

کبھی کہتا ہے

فان الذی حدثت یوم بعثنا
احادیث طسم تجعل القلب ساھیا

"یہ جو دوسری زندگی کے متعلق تونے قصے سنے ہوں گے، یہ پارینہ قصے ہیں۔ جو انسان کے دل کو ناوانی میں مبتلا کرتے ہیں"

وہ اتنا بڑا بے دین تھا۔ رجلا ینکح الامھات والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ ماں بیٹیوں بہنوں سے خواہش پوری کرتا تھا۔ علانیہ شراب پیتا تھا۔ اور تارک الصلوٰۃ تھا۔ (صواعق محرقہ ابن حجر۔ طبقات ابن ابی سعد)

"وفی ایامہ ظھر الغنا بمکۃ والمدینۃ واستعملت الملاھی واظھر الناس شرب الشراب" حد ہو گئی تھی۔ اس کے زمانہ میں مکہ ومدینہ جیسے مقدس شہروں میں علانیہ گانا۔ بجانا، لھو ولعب اور شراب خوری ہونے لگی تھی۔" (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۷۳ طبع بولاق)

اب حسینؑ پر لازم آگیا کہ اپنے نانا کے دین کو بچانے کے لیے ایک

عظیم قربانی پیش کریں۔ اور اسلام کو تباہی سے بچا کر از سر نو اس کی بنیاد کو مضبوط کریں۔

علامہ علائلی بالکل صحیح فرماتے ہیں :۔

ومن ثم كان جديرا عليه السلام بأن يسمى البناء الثاني في الاسلام بعد جده المصطفىٰ صلوات الله عليه وبأنه المجدد لبناية التوحيد كما يقول الشاعر الهندي معين الدين اجميري رحمه الله۔

امام حسینؑ نے اسلام کو بچا کر یہ استحقاق پیدا کر لیا ہے کہ آپ اپنے جد محمد مصطفیٰ صلعم کے بعد اسلام کے دوسرے بانی سمجھے جائیں اور آپ کو بنائے (کلمہ) توحید کا مجدد مانا جائے جیسا کہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ فرماتے ہیں :۔

شاہ ہست حسینؑ پادشاہ ہست حسینؑ

دین ہست حسینؑ دین پناہ ہست حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید

حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ۔

(سمو المعنیٰ فی سمو الذات ص۱۱۳ طبع بیروت)